ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2952

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: منتخب آیات الاحکام اور احادیث الاحکام کا مطالعہ (2952) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 05 تا 09)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: قربانی کے احکام و مسائل (20 نمبر)

سوال نمبر 1: قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قربانی کے احکام و مسائل کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

قربانی اسلام کی نمایاں عبادات اور شعائر میں سے ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم اطاعت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ ہر سال ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو دنیا بھر کے مسلمان اللہ کی رضا کے لیے حلال جانور ذبح کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے قربانی کا ذکر سورۃ الحج، سورۃ الانعام، سورۃ الصافات اور سورۃ الکوثر میں کیا ہے اور احادیث میں اس کے فضائل، شرائط اور مسائل تفصیل سے آئے ہیں۔ منتخب آیات الاحکام کے طلبہ علم کے لیے قربانی اس لیے بھی اہم ہے کہ اس سے شعائر اللہ کی تعظیم، تقویٰ کا اصل مفہوم اور عبادات میں اخلاص کا اصول سمجھ میں آتا ہے۔ اس جواب میں قربانی کی شرعی حیثیت، اس کے قرآنی دلائل، جانور کی شرائط، وقت، حصے اور گوشت کی تقسیم کے مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ اختلافی مسائل میں ہر طالب علم اپنے مسلک کی مستند رہنمائی کے مطابق عمل کرے۔ یہاں نصوص کی روشنی میں عمومی اصول پیش کیے گئے ہیں۔

قربانی کی شرعی حیثیت اور قرآنی دلائل

قربانی کی مشروعیت قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ سورۃ الکوثر میں ارشاد ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا، پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے (الکوثر: 1 تا 2)۔ سورۃ الحج میں فرمایا گیا کہ ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا تاکہ وہ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں عطا کیے (الحج: 34)، اور قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ میں سے قرار دے کر فرمایا گیا کہ ان میں تمہارے لیے مقررہ وقت تک فوائد ہیں (الحج: 33)۔ سب سے جامع آیت سورۃ الحج کی آیت 37 ہے کہ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس آیت نے قربانی کی روح واضح کر دی کہ اصل مقصد خون بہانا نہیں بلکہ اطاعت، اخلاص اور تقویٰ ہے۔ سورۃ الانعام میں نماز اور قربانی کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے کا حکم بھی اسی مفہوم کو مضبوط کرتا ہے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے (الانعام: 162)۔ قربانی کے وجوب یا سنت مؤکدہ ہونے میں فقہاء کا معروف اختلاف ہے؛ اس علمی اختلاف کی تفصیل کورس کی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے، البتہ قربانی کی مشروعیت اور فضیلت پر امت کا اتفاق ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی: اصل پس منظر

قربانی کا پس منظر سورۃ الصافات آیات 102 تا 107 میں بیان ہونے والا وہ عظیم واقعہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا، بیٹے نے کامل اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ابا جان، آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے، اور جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو اللہ نے ندا دی کہ آپ نے خواب سچا کر دکھایا اور ایک عظیم ذبیحہ (مینڈھا) کا فدیہ بنا دیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ انسان سے اللہ کی اطاعت میں سب سے قیمتی چیز پیش کرنے کا سبق دیتا ہے، اور اسی یاد میں امت محمدیہ کو قربانی کا حکم ملا۔ حدیث میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے (ابن ماجہ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی محض رسم نہیں بلکہ توحید، اطاعت اور ایثار کی سالانہ تربیت ہے جس میں مسلمان اپنی خواہشات اور مال کی محبت کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے کا عملی عہد کرتا ہے۔

قربانی کے جانور کی شرائط اور مسائل

احادیث کی روشنی میں قربانی کے لیے جانور کا مقررہ عمر کو پہنچا ہوا اور عیوب سے سالم ہونا ضروری ہے۔ اونٹ کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے اور بھینس کی دو سال اور بکرے، دنبے اور بھیڑ کی ایک سال مقرر ہے، البتہ چھ ماہ کا دنبہ اگر جسامت میں سال بھر کے برابر ہو تو اس کی اجازت حدیث میں آئی ہے (مسلم)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے عیب دار جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا: واضح کانا، واضح بیمار، واضح لنگڑا اور وہ کمزور جانور جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو (ابو داؤد و ترمذی)۔ کان کٹا، سینگ ٹوٹا اور دیگر عیوب کی تفصیلات فقہ کی کتب میں موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جانور جتنا سالم اور اچھا ہو قربانی اتنی ہی بہتر ہے، کیونکہ یہ اللہ کی راہ میں پیش کی جانے والی چیز ہے۔ بڑے جانور یعنی اونٹ اور گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں اور اس کا ثبوت حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر صحابہ نے اونٹ اور گائے کو سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیا (مسلم)۔ حصہ داروں کی نیت کا قربانی ہی ہونا ضروری ہے، اس لیے حصہ کرنے سے پہلے نیتوں کی صفائی اہم مسئلہ ہے۔

جدول 1: قربانی کے جانور، کم از کم عمر اور حصے

جانور	کم از کم عمر	حصے
اونٹ	5سال	7حصے
گائے / بھینس	2سال	7حصے
بکرا / بکری	1سال	1حصہ
دنبہ / بھیڑ	1سال (بعض صورتوں میں 6ماہ)	1حصہ

قربانی کا وقت، ذبح کے آداب اور گوشت کی تقسیم

قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ایام تشریق کے اختتام تک رہتا ہے؛ نماز عید سے پہلے ذبح کیا گیا جانور قربانی نہیں بلکہ عام گوشت شمار ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں واضح ہے کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی (بخاری و مسلم)۔ ذبح کے آداب میں بسم اللہ اور اللہ اکبر کہنا، تیز چھری استعمال کرنا اور جانور کو تکلیف کم سے کم دینا شامل ہے؛ حدیث میں ہے کہ اللہ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو لازم کیا ہے، پس جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور چھری تیز کر لو (مسلم)۔ گوشت کی تقسیم کا مسنون انداز یہ ہے کہ ایک حصہ خود کھایا جائے، ایک حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کو دیا جائے اور ایک حصہ فقراء و مساکین کو صدقہ کیا جائے، اور اس تقسیم کی طرف سورۃ الحج آیت 28 اور آیت 36 میں اشارہ موجود ہے کہ اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج و سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔ قربانی کے جانور کی کھال اور اس کے دیگر اجزاء کا حکم بھی فقہ میں بیان ہوا ہے کہ انہیں بیچ کر قیمت ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں بلکہ صدقہ کرنا چاہیے، اور قصاب کو اجرت میں گوشت یا کھال دینا منع ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے (بخاری و مسلم)۔

قربانی کی فضیلت اور اس سے انکار پر تنبیہ

احادیث میں قربانی کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کو خون بہانے یعنی قربانی سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا، اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقام قبولیت پا لیتا ہے (ترمذی و ابن ماجہ)۔ اس کے برعکس استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے بارے میں تنبیہ بھی آئی ہے کہ جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے (ابن ماجہ و مسند احمد)، جس سے قربانی کی تاکیدی حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔ قربانی کی حکمتوں میں شعائر اللہ کی تعظیم، غریبوں کو گوشت کی فراہمی، معاشرتی ایثار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد شامل ہیں۔ جس شخص پر قربانی لازم ہو اس کے لیے عید سے پہلے ناخن اور بال نہ کاٹنے کی ہدایت بھی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں آئی ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے (مسلم)، جس کی شرح و تفصیل اپنے مسلک کے علماء سے سمجھنی چاہیے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی قرآن و سنت سے ثابت عظیم عبادت ہے جس کی روح تقویٰ اور اخلاص ہے، اس کے جانور، عمر، وقت، ذبح اور تقسیم کے مسائل احادیث نے واضح کر دیے ہیں اور اس کی فضیلت میں قبولیت و اجر کی بشارتیں آئی ہیں۔ طالب علم کے لیے اس مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ وہ قربانی کو رسم کے بجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کی عملی تجدید سمجھے اور اس کے مسائل مستند علم سے حاصل کرے۔

سوال نمبر 2: زکوٰۃ کی فرضیت، اہمیت اور حکمتیں (20 نمبر)

سوال نمبر 2: قرآن و سنت کی روشنی میں زکوٰۃ کی فرضیت، اہمیت اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں و مستحقین کے لیے اس کی حکمتیں بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن اور مالی عبادات کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بیسیوں مقامات پر ایک ساتھ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد اسلام میں لازم و ملزوم ہیں۔ لفظ زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور بڑھوتری کے ہیں؛ مال سے مخصوص حصہ نکالنے سے باقی مال پاک ہوتا ہے اور اللہ کی برکت سے اس میں معنوی اضافہ ہوتا ہے۔ اس جواب میں زکوٰۃ کی فرضیت کے دلائل، اس کی اہمیت، نصاب و شرح کی بنیادی معلومات اور ادا کرنے والوں اور مستحقین دونوں کے لیے اس کی حکمتیں تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں۔ یہ بنیادی دینی معلومات ہیں؛ کسی فرد کے مال پر زکوٰۃ کے عملی حساب کے لیے مستند علماء اور معتبر زکوٰۃ رہنماؤں سے رجوع ضروری ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت: قرآنی و حدیثی دلائل

زکوٰۃ کی فرضیت قرآن کی قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ سورۃ البقرہ میں ایمان والوں کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بار بار آیا ہے (البقرہ: 43 و 110)۔ سورۃ التوبہ میں حکم ہے کہ ان کے مالوں میں سے صدقہ یعنی زکوٰۃ لو تاکہ اس کے ذریعے تم انہیں پاک و صاف کرو (التوبہ: 103)، اور اسی سورت کی آیت 60 میں زکوٰۃ کے مصارف گنوا دیے گئے ہیں۔ سورۃ الحج میں اہل اقتدار کی صفات میں نماز و زکوٰۃ کا قیام ذکر ہوا (الحج: 41) اور سورۃ النور میں بھی زکوٰۃ دینے والوں کو رحمت کی بشارت دی گئی (النور: 56)۔ حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہے (بخاری و مسلم)۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو لوٹائی جائے گی (بخاری و مسلم)۔ یہ حدیث زکوٰۃ کا پورا فلسفہ بیان کرتی ہے کہ یہ مال کی دولت کی تقسیم نو کا الٰہی نظام ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے قرآن نے سخت وعید سنائی ہے کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو اور قیامت کے دن وہی خزانہ گرم کر کے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (التوبہ: 34 تا 35)۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور جماعتی حیثیت

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (بخاری و مسلم)۔ اس واقعے سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ محض انفرادی نیکی نہیں بلکہ اسلامی معاشرے کا اجتماعی مالی نظام ہے جس کی وصولی و تقسیم منظم طریقے سے ہوتی ہے۔ زکوٰۃ مالدار کی وہ ذمہ داری ہے جسے قرآن نے غریب کا حق کہا ہے؛ سورۃ الذاریات میں متقین کی صفت بیان ہوئی کہ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہوتا ہے (الذاریات: 19) اور سورۃ المعارج میں بھی اسے معلوم شدہ حق قرار دیا گیا (المعارج: 24 تا 25)۔ اس تصور سے زکوٰۃ احسان نہیں بلکہ حق کی ادائیگی بن جاتی ہے، جس سے دینے والے میں تکبر پیدا نہیں ہوتا اور لینے والے کی عزت نفس بھی محفوظ رہتی ہے۔ نماز کے بعد سب سے زیادہ تاکید بھی اسی لیے ہے کہ دین کی عمارت عبادت اور خدمت خلق دونوں ستونوں پر قائم ہے۔

نصاب، شرح اور مصارف زکوٰۃ

جن اموال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے ان میں سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت، چرنے والے مویشی اور زرعی پیداوار شامل ہیں۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی تقریباً ساڑھے ستاسی گرام اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی تقریباً چھ سو بارہ گرام ہے، اور ان پر شرح زکوٰۃ اڑھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ ہے جو حدیث میں چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہ ہونے اور کھجور و غلہ کے پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہ ہونے کے بیان سے ثابت ہے (بخاری و مسلم)۔ مال تجارت اور نقدی کا نصاب انہی مقداروں کی مالیت کے مطابق متعین کیا جاتا ہے اور سال گزرنے پر زکوٰۃ لازم آتی ہے؛ عشر یعنی زرعی پیداوار کی زکوٰۃ میں بارانی زمین پر دسواں اور سیراب زمین پر بیسواں حصہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے (بخاری)۔ مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں جو سورۃ التوبہ آیت 60 میں گنوا دیے گئے ہیں: فقراء، مساکین، زکوٰۃ کے عاملین، تالیف قلب کے مستحق، غلاموں کی آزادی، قرض دار، اللہ کی راہ اور مسافر۔ ان مصارف سے باہر زکوٰۃ صرف کرنا فقہاء کے نزدیک درست نہیں، اس لیے تقسیم میں شرعی ترتیب اور تحقیق کا اہتمام ضروری ہے۔

جدول 2: زکوٰۃ کے بنیادی نصاب اور شرح

مال	نصاب	شرح زکوٰۃ
سونا	ساڑھے سات تولہ (تقریباً 87.48 گرام)	اڑھائی فیصد
چاندی	ساڑھے باون تولہ (تقریباً 612.36 گرام)	اڑھائی فیصد
نقدی و مال تجارت	چاندی یا سونے کے نصاب کی مالیت	اڑھائی فیصد
بارانی فصل	پانچ وسق پیداوار	دسواں حصہ (عشر)
سیرابی فصل	پانچ وسق پیداوار	بیسواں حصہ (نصف عشر)

جدول 3: مصارف زکوٰۃ (التوبہ: 60)

مصرف	مفہوم
فقراء	جن کے پاس کچھ مال ہو مگر نصاب سے کم
مساکین	جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو
عاملین	زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم پر مقرر اہلکار
مؤلفۃ القلوب	جن کی تالیف قلب مقصود ہو
رقاب	غلاموں اور قیدیوں کی آزادی
غارمین	قرض کے بوجھ تلے دبے لوگ
فی سبیل اللہ	اللہ کی راہ کے جائز مصارف

مسافر جو زادراہ سے محروم ہو جائے	ابن السبیل

ادا کرنے والوں کے لیے حکمتیں

زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے اس میں متعدد حکمتیں ہیں۔ پہلی حکمت مال و نفس کی پاکیزگی ہے جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت 103 میں زکوٰۃ کو تطہیر و تزکیہ کا ذریعہ کہا گیا ہے؛ یہ بخل، حرص اور مال کی محبت جیسی بیماریوں کا علاج ہے۔ دوسری حکمت مال میں برکت و اضافہ ہے؛ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے کہ اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے (البقرہ: 276) اور سورۃ سبا میں فرمایا گیا کہ تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اس کا بدل عطا فرماتا ہے (سبا: 39)۔ حدیث میں بھی ہے کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا (مسلم)۔ تیسری حکمت اللہ کی رضا اور قرب ہے اور چوتھی یہ کہ زکوٰۃ دینے والا معاشرے کی محرومی دور کرنے میں شریک ہو کر دلی سکون اور دعائیں حاصل کرتا ہے۔ پانچویں حکمت یہ ہے کہ زکوٰۃ انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ اصل مالک اللہ ہے اور انسان اس کا امین ہے، اس لیے وہ مال کو فضول خرچی اور ذخیرہ اندوزی سے بچا کر گردش میں رکھتا ہے۔ ان حکمتوں کی وجہ سے زکوٰۃ کو ایمان کی دلیل اور شکر نعمت کی عملی صورت کہا گیا ہے۔

مستحقین و معاشرے کے لیے حکمتیں

مستحقین کے لیے زکوٰۃ عزت کے ساتھ بنیادی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ ان کا حق ہے، کسی کا احسان نہیں۔ اس سے غربت میں کمی آتی ہے، بھیک مانگنے کی رسم کمزور ہوتی ہے اور محروم طبقے کو معاشرے کا فعال حصہ بننے کا موقع ملتا ہے۔ معاشرتی سطح پر زکوٰۃ دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے تاکہ مال صرف مالداروں ہی میں گردش نہ کرتا رہے جیسا کہ سورۃ الحشر آیت 7 میں اس اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے طبقاتی کشمکش اور حسد و بغض میں کمی آتی ہے، مالدار و غریب کے درمیان محبت و اخوت پیدا ہوتی ہے اور جرائم کے اس معاشی محرک پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے جو محرومی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر زکوٰۃ کا نظام اجتماعی نظم کے ساتھ چلایا جائے تو یہ بے روزگاری، جہالت اور بیماری کے خاتمے کے منصوبوں میں بھی معاون بن سکتا ہے، جیسا کہ کلاسیکی اسلامی تاریخ میں بیت المال کے نظام سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیے علماء زکوٰۃ کو اسلام کے معاشی نظام کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیتے ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ قرآن و سنت کی قطعی نصوص سے فرض مالی عبادت ہے، اس کی اہمیت خلافت راشدہ کے عمل سے واضح ہے، اس کے نصاب، شرح اور آٹھ مصارف شرعاً متعین ہیں، اور اس کی حکمتیں دینے والے کی پاکیزگی و برکت سے لے کر مستحقین کی کفالت اور معاشرتی توازن تک پھیلی ہوئی ہیں۔ طالب علم کے لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے مال کا حساب ایمانداری سے کر کے زکوٰۃ بروقت اور درست مصارف میں ادا کرے۔

سوال نمبر 3: مجاہدین اسلام کے فضائل و اوصاف (20 نمبر)

سوال نمبر 3: مجاہدین اسلام کے فضائل و اوصاف سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی تشریح کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مجاہد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں دین کی حفاظت، مظلوم کی مدد اور حق کے قیام کے لیے باقاعدہ شرعی اصولوں کے تابع کوشش کرتا ہے۔ اسلامی کلاسیکی لٹریچر میں جہاد کا لفظ جدوجہد کے وسیع مفہوم میں بھی آتا ہے جس میں نفس کے خلاف مجاہدہ، علم کی تحصیل اور نیکی کی دعوت شامل ہیں، اور قتال یعنی مسلح دفاع اس کا ایک مخصوص شعبہ ہے جس کے لیے قرآن و سنت نے سخت شرائط، اخلاقی حدود اور ریاستی نظم قائم کیا ہے۔ یہ جواب خالصتاً علمی و تعلیمی مطالعہ ہے: آیات و احادیث میں مذکور فضائل و اوصاف کی تشریح کلاسیکی مفسرین و محدثین کی روشنی میں کی جائے گی، اور یہ واضح رہے کہ ان نصوص کا کسی معاصر فرد، جماعت یا واقعے پر اطلاق، یا کسی مسلح اقدام کا شرعی و قانونی جواز طے کرنا اس اسائنمنٹ کا موضوع نہیں؛ ایسے فیصلے مستند علماء، اہلِ علم کے اداروں اور بااختیار عدالتوں و ریاست کا دائرہ کار ہیں۔

قرآن مجید میں مجاہدین کے فضائل

سورۃ النساء آیت 95 میں ارشاد ہے کہ بیٹھ رہنے والے مومن، سوائے معذوروں کے، اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑے اجر کے ساتھ فضیلت دی ہے، اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے کہ فضیلت کا سبب وہ قربانی ہے جو مومن اپنے آرام، مال اور جان کو دین کی حفاظت پر ترجیح دے کر پیش کرتا ہے، جبکہ معذور اور شرعی عذر رکھنے والے اس مذمت سے مستثنیٰ ہیں جو آیت نے خود واضح کر دی ہے۔ سورۃ التوبہ آیت 20 میں ایمان، ہجرت اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کو اللہ کے نزدیک سب سے بڑے درجے کا عمل قرار دے کر کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ سورۃ الصف آیات 10 تا 12 میں اسے ایسی تجارت کہا گیا جو دردناک عذاب سے نجات دلاتی ہے، اور اس کے ثمرے میں مغفرت اور جنات کی بشارت ہے۔ سورۃ آل عمران اور سورۃ التوبہ میں شہداء کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے (آل عمران: 169)، جو اس راہ کی سب سے بلند فضیلت شمار ہوتی ہے۔ ان آیات کا منشا مومن کے اندر ایثار، استقامت اور دین کی قدر پیدا کرنا ہے، نہ کہ بغیر نظم و ضبط کے کسی رویے کی ترغیب، یہی وجہ ہے کہ انہی سورتوں میں حدود و شرائط بھی ساتھ بیان ہوئی ہیں۔

مجاہدین کے اوصاف: قرآن کی روشنی میں

قرآن نے مجاہدین کے اوصاف بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ پہلی صفت اخلاص و ایمان ہے کہ ان کی کوشش اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے، دنیا کے مال و شہرت کے لیے نہیں۔ دوسری صفت صبر و استقامت ہے؛ سورۃ الانفال میں مومنوں کو ثابت قدمی اور اللہ کے کثرت سے ذکر کی ہدایت دی گئی ہے اور ناکامی سے بچنے کے لیے تنازع سے پرہیز سکھایا گیا ہے (الانفال: 45 تا 46)۔ تیسری صفت اطاعت و نظم ہے؛ اسی آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو کامیابی کی شرط قرار دیا گیا ہے، جس سے علماء نے یہ اصول اخذ کیا کہ یہ شعبہ انفرادی اجتہاد نہیں بلکہ امیر و تنظیم کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ چوتھی صفت اخلاقی حدود کی پابندی ہے؛ سورۃ البقرہ آیت 190 میں حکم ہے کہ اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسی اصول کی تفصیل میں غیر مسلح افراد، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور

عبادت گزاروں کو قتل نہ کرنے کی ہدایات احادیث و سیرت میں آئی ہیں۔ پانچویں صفت تقویٰ و عدل ہے؛ سورۃ المائدہ میں عدل کو تقویٰ کے قریب ترین قرار دیا گیا ہے (المائدہ: 8)۔ ان اوصاف سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کے مجاہد کی تصویر ایک پابند شرع، منضبط اور بااخلاق شخص کی ہے۔

احادیث نبویہ میں فضائل کی تشریح

احادیث میں اس باب کے فضائل کثرت سے آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جہاں وہ پیدا ہوا، اور فردوس کو جنت کا اعلیٰ درجہ بتا کر اس کی طلب کی ترغیب دی گئی (بخاری)۔ ایک اور حدیث میں مجاہد کی مثال اس شخص سے دی گئی جو مسلسل روزے رکھے اور رات کو قیام کرے (بخاری و مسلم)۔ صبح یا شام کی ایک گھڑی اللہ کی راہ میں نکلنے کو دنیا و مافیہا سے بہتر قرار دیا گیا (بخاری و مسلم)۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کون سا آدمی سب سے افضل ہے تو فرمایا وہ مومن جو اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرے، اور اس کے بعد وہ شخص جو کسی گھاٹی میں الگ رہ کر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے (بخاری و مسلم)۔ اس حدیث کی تشریح میں علماء نے جہاد کے وسیع مفہوم، فتنے کے زمانے میں گوشہ نشینی کی فضیلت اور لوگوں کے شر سے بچنے کو بھی اہم قرار دیا ہے۔ اسی طرح حدیث میں طاقت و تیاری کے عمومی اصول کا ذکر سورۃ الانفال آیت 60 کی تشریح میں آتا ہے جس میں دفاعی تیاری کو ملک و قوم کے تحفظ سے جوڑا گیا ہے، اور اس کا عملی نظم جدید دور میں ریاستوں کے باقاعدہ دفاعی اداروں سے قائم ہوتا ہے۔

تشریحی نتائج اور عصری علمی تناظر

ان نصوص کی مجموعی تشریح سے چند نتائج نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ فضیلت کا مدار قربانی، اخلاص اور اطاعت پر ہے، جذبات یا شہرت پر نہیں۔ دوم یہ کہ قرآن نے اس شعبے کو اخلاقی و قانونی حدود میں مقید کیا ہے، چنانچہ معاہدات کی پابندی (التوبہ: 4 و الانفال: 58)، صلح کی طرف مائل ہونے کا حکم (الانفال: 61) اور زیادتی کی ممانعت اس نظام کے بنیادی اصول ہیں۔ سوم یہ کہ کلاسیکی علماء نے اس موضوع کو ریاست و امام کی ولایت سے وابستہ کیا ہے، اس لیے آج کے تعلیمی تناظر میں ان آیات کا مطالعہ فقہ و سیرت کی

تاریخ اور قرآنی اخلاقیات کو سمجھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ چہارم یہ کہ مجاہدے کا وسیع مفہوم ہر مسلمان کی روزمرہ زندگی میں موجود ہے: نفس پر قابو، علم کی محنت، معاش کی حلال جدوجہد اور معاشرے کی خدمت بھی احادیث کی رو سے نیکی کی سعی میں شامل ہیں۔ آخر میں ایک بار پھر یہ وضاحت ضروری ہے کہ ان فضائل کا اطلاق کسی بھی موجودہ تنازع یا گروہ پر کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے جب تک مستند علماء اور قانونی فورم اس کا جائزہ نہ لیں؛ طالب علم کا کام نصوص کو ان کے تاریخی و علمی سیاق میں سمجھنا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث نے اللہ کی راہ میں قربانی دینے والوں کو عظیم درجات و مغفرت کی بشارت دی ہے اور ان کے اوصاف میں ایمان، اخلاص، صبر، اطاعت، نظم اور حدود اللہ کی پابندی کو نمایاں کیا ہے۔ ان نصوص کی درست تشریح وہی ہے جو کلاسیکی مفسرین و محدثین نے شرائط و حدود سمیت بیان کی ہے، اور ان کا عصری اطلاق اہل علم اور بااختیار اداروں کے سپرد ہے۔ طالب علم کے لیے حاصل مطالعہ اخلاص، استقامت اور دین کی خدمت کے جائز و پرامن ذرائع میں کوشش ہے۔

سوال نمبر 4: حج کی اہمیت و فضیلت (20 نمبر)

سوال نمبر 4: حج سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی تشریح کرتے ہوئے اس کی اہمیت و فضیلت بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

حج اسلام کا پانچواں رکن اور زندگی میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ یہ عبادت مالی و بدنی دونوں پہلو رکھتی ہے اور پوری امت کے اجتماع، مساوات اور توحید کے عالمی اعلان کا منظر پیش کرتی ہے۔ قرآن مجید نے حج کا حکم سورۃ آل عمران میں دیا اور اس کے مناسک و مقامات کی تفصیل سورۃ البقرہ اور سورۃ الحج میں بیان کی، جبکہ احادیث نے اس کے ارکان، فضائل اور آداب کو مکمل طور پر واضح کر دیا۔ اس جواب میں حج سے متعلق آیات کی تشریح، اس کی اہمیت و فضیلت اور اس کے روحانی و معاشرتی اثرات بیان کیے جاتے ہیں۔

حج کی فرضیت اور قرآنی آیات کی تشریح

حج کی فرضیت کی بنیادی آیت سورۃ آل عمران کی آیت 97 ہے جس میں ارشاد ہے کہ اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے، اور جو انکار کرے تو اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اس آیت میں استطاعت کو شرط قرار دے کر شریعت نے کمزوروں اور غیر مستطیع لوگوں پر یہ فریضہ عائد نہیں کیا، جو شریعت کے اصول آسانی کی واضح مثال ہے۔ یہیں کعبہ کو مبارک اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت قرار دیا گیا ہے اور اس میں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا حکم بھی مذکور ہے (آل عمران: 96 تا 97)۔ سورۃ البقرہ آیات 196 تا 199 میں حج و عمرے کو اللہ کے لیے پورا کرنے کا حکم، احرام کی حالت کے مسائل، مریض کے لیے فدیہ، ذوالحجہ کے معلوم مہینوں، حج کے دوران برائی و جھگڑے کی ممانعت، عرفات سے واپسی اور منیٰ میں ذکر کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ آیت 197 میں خاص بات یہ فرمائی گئی کہ حج کے مہینے معلوم ہیں، پس جو ان میں حج لازم کر لے تو حج میں نہ بے حیائی کی بات ہے نہ گناہ اور نہ جھگڑا، اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج کی اصل تیاری ظاہری سامان کے ساتھ ساتھ تقویٰ و اخلاق کی تیاری ہے۔

سورۃ الحج کی آیات اور مناسک کی حکمت

سورۃ الحج آیات 27 تا 28 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم کا ذکر ہے کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر سواری پر دور دراز راستوں سے آئیں گے تاکہ وہ اپنے فوائد کو دیکھیں اور مقررہ دنوں میں قربانی کے جانوروں پر اللہ کا نام لیں۔ اسی سورت کی آیات 29 تا 37 میں طواف، شعائر اللہ کی تعظیم اور قربانی کے احکام آئے ہیں اور آیت 32 میں فرمایا گیا کہ جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حج کے ہر منسک کے پیچھے ایک تاریخی و روحانی یاد وابستہ ہے: صفا و مروہ کی سعی حضرت ہاجرہ کی تلاش آب کی یاد ہے جسے سورۃ البقرہ آیت 158 میں شعائر اللہ قرار دیا گیا، رمی جمار شیطان کے مقابل استقامت کی علامت ہے، قربانی حضرت ابراہیم کی اطاعت کی یاد ہے اور طواف کعبہ توحید کے مرکز کے گرد اہل ایمان کی وحدت کا اظہار ہے۔ یوم عرفہ حج کا رکن اعظم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ حج عرفہ ہے (ترمذی وابوداؤد)۔ عرفات کے میدان میں وقوف انسان کو میدان محشر کی یاد دلاتا ہے جہاں سب لوگ ایک جیسے لباس اور ایک ہی پکار کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔

جدول 4: حج کے اہم ایام و مناسک (9 ذوالحجہ خصوصی طور پر)

مقام	منسک	دن
منیٰ	منیٰ روانگی اور قیام	08 ذوالحجہ
عرفات	وقوف عرفہ (رکن اعظم)	09 ذوالحجہ
مزدلفہ	مزدلفہ میں قیام و ذکر	09 ذوالحجہ رات
منیٰ و مکہ	رمی، قربانی، حلق، طواف افاضہ	10 ذوالحجہ
منیٰ	ایام تشریق، رمی جمار	11 تا 13 ذوالحجہ

احادیث میں حج کی فضیلت

احادیث میں حج مبرور یعنی مقبول حج کی فضیلت غیر معمولی بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے تو فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، پھر پوچھا گیا اس کے بعد کون سا تو اللہ کی راہ میں جہاد کا ذکر آیا اور پھر حج مبرور کا (بخاری و مسلم)۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ جس نے حج کیا اور اس میں نہ بے حیائی کی بات کی اور نہ گناہ کیا وہ اس دن کی طرح لوٹتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا (بخاری و مسلم)، یعنی گناہوں سے پاک ہو کر۔ حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں (بخاری و مسلم)۔ یوم عرفہ کی فضیلت میں فرمایا گیا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو آگ سے آزاد کرتا ہو (مسلم)۔ عمرے کو اگلے

عمرے تک درمیانی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا (بخاری و مسلم) اور رمضان کے عمرے کو اجر میں حج کے برابر بتایا گیا ہے (بخاری و مسلم)۔ یہ فضائل بتاتے ہیں کہ حج دراصل پوری زندگی کی اصلاح کا نقطہ آغاز ہے، اسی لیے حاجی سے توقع کی جاتی ہے کہ واپسی کے بعد اس کی زندگی میں نمایاں بہتری آئے۔

حج کی اہمیت: روحانی و معاشرتی اثرات

حج کی اہمیت کا روحانی پہلو یہ ہے کہ یہ انسان کو دنیا سے کٹ کر چند دن مکمل اللہ کی عبادت، ذکر اور دعا میں گزارنے کا موقع دیتا ہے۔ احرام کا سادہ لباس امیر و غریب، حاکم و محکوم کا فرق مٹا دیتا ہے اور موت و کفن کی یاد دلاتا ہے۔ معاشرتی پہلو یہ ہے کہ حج دنیا کا سب سے بڑا پرامن سالانہ اجتماع ہے جہاں مختلف زبانوں، رنگوں اور ملکوں کے مسلمان ایک مرکز، ایک قبلے اور ایک پکار یعنی لبیک کی آواز میں متحد نظر آتے ہیں، جس سے امت کے باہمی تعارف و اخوت کو تقویت ملتی ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات کے تصور تعارف سے مناسبت ہے۔ معاشی سطح پر حج سے حرمین کے باشندوں کو روزی کے اسباب میسر آتے ہیں جس کی طرف سورۃ الحج آیت 28 کے فوائد کے لفظ میں اشارہ موجود ہے۔ سیاسی و تہذیبی اعتبار سے حج صدیوں سے علم و تجربے کے تبادلے اور عالم اسلام کے رابطوں کا ذریعہ رہا ہے۔ ان تمام جہتوں کے باوجود حج کی اصل غرض اللہ کی اطاعت ہے اور اسی نیت کی درستگی پر اس کی قبولیت کا دارومدار ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حج کی فرضیت سورۃ آل عمران آیت 97 سے ثابت ہے، اس کے مناسک و آداب سورۃ البقرہ و سورۃ الحج اور احادیث میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، اور اس کی فضیلت گناہوں کی مکمل مغفرت اور جنت کی بشارت تک پہنچتی ہے۔ طالب علم کے لیے حاصل یہ ہے کہ حج کو محض سفر کے بجائے زندگی بھر کی توبہ و اصلاح کا ذریعہ سمجھے، اور جسے ابھی استطاعت نہ ہو وہ نیت و دعا کے ساتھ اس کی تیاری رکھے۔

سوال نمبر 5: علم میراث اور اسلامی نظام وراثت (20 نمبر)

سوال نمبر 5: علم میراث سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں اسلامی نظام وراثت کے احکام واضح کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

علم میراث جسے علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے، فقہ اسلامی کا وہ باب ہے جس میں میت کے ترکہ کی تقسیم کے شرعی اصول بیان ہوتے ہیں۔ یہ واحد باب ہے جس کی تفصیلات قرآن مجید نے خود نہایت وضاحت سے بیان کی ہیں، حتیٰ کہ ہر وارث کا حصہ اعداد میں متعین کر دیا گیا ہے، اس لیے سورۃ النساء کی آیات نمبر 11، 12 اور 176 کو آیات المیراث کہا جاتا ہے۔ احادیث نے ان آیات کی تکمیل کرتے ہوئے دادی، دادا اور دیگر وارثوں کے احکام اور فرائض کو ان کے حقداروں تک پہنچانے کا اصول دیا ہے۔ اس جواب میں ترکہ کی تقسیم کی ترتیب، اصحاب الفرائض کے حصے، عصبہ کا مفہوم اور اس نظام کی حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔ یہ علم نعارف ہے؛ کسی عملی ترکہ کی تقسیم ہمیشہ مستند علماء یا عدالت کے ذریعے کرائی جائے کیونکہ اس میں ہر وارث کی درست تعیین اور حصوں کا حساب قانونی نتائج رکھتا ہے۔

تقسیم ترکہ کی ترتیب اور بنیادی اصول

ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے چار حقوق ترتیب سے ادا کیے جاتے ہیں۔ پہلا حق تجہیز و تکفین کا ہے کہ میت کی کفن دفن پر اس کے مال سے مناسب خرچ کیا جائے۔ دوسرا حق قرض کی ادائیگی ہے؛ حدیث میں ہے کہ مومن کی روح اپنے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے (ترمذی)۔ تیسرا حق وصیت کا نفاذ ہے جو کل مال کے ایک تہائی تک محدود ہے، کیونکہ حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی سے زیادہ وصیت کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تہائی بھی بہت ہے، اور یہ کہ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو (بخاری و مسلم)۔ چوتھا حق ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہے۔ یہ بھی اصول ہے کہ وارث بننے کے لیے رشتہ داری، نکاح یا دیگر شرعی اسباب کے ساتھ میت کے وقت حیات ہونا شرط ہے، اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث

میں آیا ہے (ترمذی و ابن ماجہ)۔ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان میراث کا عدم تبادلہ بھی حدیث میں بیان ہوا ہے (بخاری و مسلم)۔ ان بنیادی قواعد کے بغیر درست تقسیم ممکن نہیں اس لیے فرائض کی کتابوں کا آغاز انہی سے ہوتا ہے۔

اصحاب الفرائض اور ان کے مقررہ حصے

اصحاب الفرائض وہ وارث ہیں جن کے حصے قرآن و سنت میں متعین ہیں۔ سورۃ النساء آیت 11 میں اولاد کے حصے بیان ہوئے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زائد ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہو تو اسے آدھا ملے گا۔ اسی آیت میں والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ مقرر ہے جب میت کی اولاد ہو، اور اولاد نہ ہو اور والدین ہی وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی ملتا ہے، اور بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کا حصہ چھٹا رہ جاتا ہے۔ آیت 12 میں شوہر کا حصہ بیوی کی اولاد نہ ہونے پر آدھا اور اولاد ہونے پر چوتھائی، اور بیوی کا حصہ شوہر کی اولاد نہ ہونے پر چوتھائی اور اولاد ہونے پر آٹھواں مقرر ہوا۔ اسی آیت میں کلالہ یعنی وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ والد، کے ماں جائے بھائی بہنوں کے حصے بیان ہوئے، جبکہ سورۃ النساء کی آخری آیت 176 میں سگے اور باپ شریک بھائی بہنوں کے حصے تفصیل سے آئے ہیں۔ یہ عددی تعیین اس علم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ ترکہ کی تقسیم انسانی صوابدید کے بجائے براہ راست وحی کی روشنی میں ہوتی ہے۔

جدول 5: اصحاب الفرائض کے بنیادی حصے

شرط	حصہ	وارث
بیوی کی اولاد نہ ہو	1 / 2	شوہر
بیوی کی اولاد ہو	1 / 4	شوہر
شوہر کی اولاد نہ ہو	1 / 4	بیوی
شوہر کی اولاد ہو	1 / 8	بیوی

نہ اولاد ہو نہ دو یا زائد بہن بھائی	1 / 3	ماں
اولاد ہو یا دو یا زائد بہن بھائی ہوں	1 / 6	ماں
میت کی اولاد ہو	1 / 6	باپ
بیٹا موجود نہ ہو	1 / 2	ایک بیٹی
بیٹا موجود نہ ہو	2 / 3	دو یا زائد بیٹیاں

عصبہ، حجب اور احادیث نبویہ کی رہنمائی

اصحاب الفرائض کو حصے دینے کے بعد جو مال بچتا ہے وہ عصبہ کو ملتا ہے، اور یہ اصول حدیث نبوی سے ماخوذ ہے کہ فرمایا کیا: فرائض کو ان کے اہل کو دو، پھر جو بچے وہ سب سے قریبی مرد رشتہ دار کے لیے ہے (بخاری و مسلم)۔ عصبہ میں سب سے مقدم بیٹا ہے، پھر پوتا، پھر باپ، پھر دادا، پھر سگا بھائی اور اس کے بعد دیگر قریبی مرد رشتہ دار ترتیب سے آتے ہیں۔ حجب کا مطلب یہ ہے کہ کسی قریبی وارث کی موجودگی میں دور کا وارث محروم یا اس کا حصہ کم ہو جاتا ہے، جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہو جاتا ہے اور اولاد کی موجودگی میں ماں کا حصہ تہائی سے چھٹے تک آ جاتا ہے۔ حدیث میں دادی کے چھٹے حصے کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل سے ملتا ہے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں نے اس علم کی عملی صورت گری کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض سیکھنے سکھانے کی خاص ترغیب دی اور فرمایا کہ فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے (ابن ماجہ و حاکم)؛ علماء نے آدھا علم اس لیے کہا کہ انسان کی زندگی کے دو حال ہیں، حیات اور موت، اور یہ علم موت کے بعد کے معاملات سے متعلق ہے۔

Figure 1: Example distribution of an estate of Rs 24,000

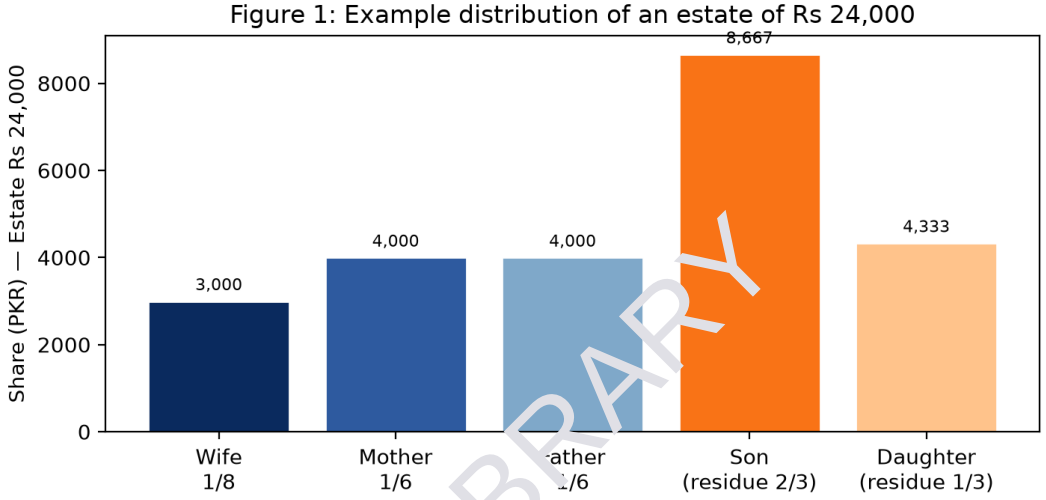

شکل 1: مثال—ایک میت کے 24,000 روپے ترکہ کی تقسیم: بیوی (1/8 = 3,000)، ماں (1/6 = 4,000)، باپ (1/6 = 4,000) اور باقی 13,000 عصبہ کے طور پر بیٹے (8,666.67 تقریباً) اور بیٹی (4,333.33 تقریباً) میں 2:1 کے تناسب سے۔ یہ مثال صرف تعلیمی [illegible] ہے؛ عملی تقسیم اہل علم یا عدالت سے کرائیں۔

اسلامی نظامِ وراثت کی حکمتیں اور امتیازات

اسلامی نظام وراثت کے کئی امتیازات ہیں۔ اول یہ کہ یہ الٰہی و متعین نظام ہے جس میں حصے مقرر ہونے کی وجہ سے جھگڑوں اور صوابدیدی ناانصافی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ دوم اس میں خواتین کو مستقل حق دیا گیا ہے؛ سورۃ النساء آیت 7 میں صراحت ہے کہ مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہے، اور یہ حصہ لازمی قرار دیا گیا، جو زمانہ جاہلیت کے اس دستور کے خلاف انقلابی اصول تھا جس میں عورتیں اور بچے میراث سے محروم رکھے جاتے تھے۔ سوم اس نظام میں ترکہ بہت سے رشتہ داروں میں تقسیم ہوتا ہے جس سے دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کے بجائے خاندان میں پھیلتی ہے۔ چہارم قریبی رشتے کو دور کے رشتے پر ترجیح اور نگہداشت کی ذمہ داری رکھنے والوں کو زیادہ حصہ دینے میں خاندانی کفالت کا پورا نظام پوشیدہ ہے؛ علماء نے لڑکے کے دوہرے حصے کی حکمت اس کی مالی ذمہ داریوں یعنی مہر، نفقہ اور خاندان کی کفالت سے جوڑ کر بیان کی ہے۔ پنجم اس نظام کا نفاذ خاندانی روابط کو مضبوط کرتا ہے اور میت کے مال کے بارے میں باہمی اعتماد پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ کی ہر بڑی کتاب میں کتاب الفرائض مستقل اور مفصل باب کی صورت میں موجود ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ علم میراث کی بنیاد سورۃ النساء کی آیات 11، 12 اور 176 اور فرائض کو اہل تک پہنچانے والی حدیث پر ہے، اس میں تقسیم سے پہلے تدفین، قرض اور وصیت کی ترتیب مقرر ہے، اصحاب الفرائض کے حصے متعین ہیں اور باقی مال عصبہ کو ملتا ہے۔ یہ نظام عدل، خواتین کے حقوق اور دولت کی منصفانہ گردش کا عظیم نمونہ ہے۔ عملی مسائل میں اس کی تطبیق مستند علماء اور عدالتی فورمز ہی سے کرانی چاہیے، البتہ اس علمی مطالعے کا درست حاصل ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com